ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ادب اور اخلاقیات

ڈاکٹر نورین کھوکھر
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، ایف سی کالج یونی ورسٹی لاہور

ABSTRACT
This article describes the relationship between Literature and Ethics. Literature is the name of this truth, it seeks the outward and the good and bad aspects of society. This essay describes that the work of morality is to guid society property and to interpret human emotions. Literature interprets the inward feeling of human being so that happiness in the Universe is reflected in Life and work of morality is to develop a better society for human beings or literature is the back of morality. It is as if the pursuit of literature and morality are integral to a better society

---

کلیدی الفاظ: ادب اخلاقیات انسان معاشرہ روح جسم اخلاقی فعل اندرونی احساس جذبے پندونصاح مقصدیت تلقین وہدایت ادیب تخلیق کار ادبی تغیرات معاشرتی یکجہتی مستحکم کردار

اخلاقیات فلسفے کی ایک ذیلی شاخ کا نام ہے اور اس کی حیثیت نظریاتی یا معروضی نہیں ہے بلکہ اس کا اطلاق عملی زندگی پر ہوتا ہے۔ علم الاخلاق یا اخلاقیات کا موضوع انسان کی زندگی میں خیر اور شر کے تصور سے وابستہ ہے۔

"سقراط کے نزدیک نیک بننے کے لیے خیر کا تصور اور علم ہی کافی ہے۔ اس کے خیال میں شر اور فساد لاعلمی یا جہالت کی بنا پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔"(۱)

حقیقت یہ ہے کہ انسان کو جانور سے انسان بنانے اور معاشرے کی تہذیب کرنے کے لیے اخلاقیات نے ہی ضابطے مقرر کیے ہیں۔ یہ وہ مقرر کردہ ضابطے ہیں جو خیر یا شر اور اچھے اور برے ہونے کا امتیاز کرتے ہیں۔ اس بارے میں "اخلاق اور فلسفہ اخلاق" محمد حفیظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں کہ:

"علم الاخلاق کا بھی یہی حال ہے اس کی طاقت سے یہ تو باہر ہے کہ وہ ہر انسان کو صالح بنادے لیکن انسان کو اچھے اور برے میں امتیاز کراتا اور اس کی چشم عبرت کو وا کرتا ہے تاکہ وہ خیر و شر اور اس کے آثار و لوازم کو دیکھے اور پہچانے۔"(۲)

مہذب اور متمدن معاشرے میں فرد کو اس کے مقرر کردہ معیار کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ مذہبی احکام سے لے کر معاشرتی اصول وضوابط تک تمام احکامات اخلاقیات کے زمرے میں آتا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ابصار احمد لکھتے ہیں کہ:

"تاریخ فلسفہ میں لفظ 'ایتھکس' یعنی فلسفہ اخلاق سے بالعموم تین قسم کے مفہوم مراد لیے گئے ہیں جو باہم ایک دوسرے سے مربوط ہونے کے باوجود اپنی علیحدہ شناخت رکھتے ہیں۔ وہ تین مفہوم یہ ہیں:

۱۔ زندگی ایک عمومی ضابطہ حیات

۲۔ کردار و افعال کے احکام یا "ضابطہ اخلاق"

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

۳۔طرزِ حیات یا ضابطہ کے بارے میں علمی تحقیق و جستجو(۳)

ان تین مفاہیم میں اخلاقیات کے تین مختلف زاویے مقرر کیے گئے ہیں۔پہلے مفہوم میں اخلاقیات سے مراد مذہبی اخلاقیات،دوسرے مفہوم کے مطابق شعبہ جاتی اخلاقیات مثلاً شعبہ تعلیم و تدریس اور شعبہ طب وغیرہ میں اخلاقیات اور تیسرے مفہوم سے مراد اخلاقیات کے مختلف نظریات پر بحث و تمحیص مراد ہے اور ان سب کا اطلاق انسان پر ہوتا ہے اور اس کا وجود اجتماعی زندگی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "اخلاقیات کا سارا نظام رشتوں اور رابطوں سے مشروط ہے۔فرض کیجیے کہ کوئی شخص کسی ایسے لق و دق صحرا میں ہے جہاں کوئی ذی روح تک موجود نہیں تو ایسی صورت میں اس پر کسی بھی نظام اخلاق کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر اس لق و دق صحرا میں اگر کوئی دوسرا شخص نمودار ہو جائے تو رابطہ کی ایک صورت فی الفور پیدا ہو جائے جو کسی نہ کسی نظام اخلاق کی تابع ضرور ہو گی۔"(۴)

گویا تنہا معاشرے سے کٹ کر نہ تو کوئی انسان زندگی گزار سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نظام اخلاق ارتقائی پذیر ہو سکتا ہے۔اس لیے "بدھ مت" میں "بدھ" اگرچہ تنہائی پسند تھا لیکن اس نے فرد اور معاشرے میں بہتری کے لیے تعلیم ضروری ہے کا نعرہ بلند کیا مثلاً اس سلسلے میں امولیہ رنجن مہاتیر بیان کرتے ہیں کہ:

"بدھ کے پانچ فرمان (پنچ شیل)

۱۔کسی زندہ شے کو مت مارو

۲۔جو تمہیں نہیں دیا گیا اسے مت لو

۳۔جھوٹ مت بولو

۴۔نشہ آور مشروبات مت پیو

۵۔بدکاری نہ کرو۔"(۵)

بدھ اور اس کے پیروکاروں کے نزدیک انسان کی زندگی چراغ کی لو کے مترادف ہے جس کی لو جھلملاتی رہتی ہے اور ہر لمحہ تبدیل ہوتی رہتی ہے اور ان کی رروح ایک جسم سے نکل کر دوسرے میں داخل ہو کر دوبارہ جنم لیتی ہے۔اس لیے انسان کے دکھ کی وجہ سے روح سے غیر ضروری لگاؤ ہے۔تاہم بدھ تعلیمات اور فلسفہ اخلاق کا مجموعہ "تری پنک" کہلاتا ہے۔

"مسیحی اخلاقیات" میں بھی فرد اور معاشرے کے درمیان واضح طور پر ربط پیدا کرنے کے لیے احکامات مقرر کیے گئے ہیں تاکہ تمام دنیا امن و دوستی کا گہوارہ بن سکے۔

انجیل مقدس میں مرقوم ہے کہ:

> "تم زمین کے نمک ہو لیکن اگر نمک کا مزہ جاتا رہے تو وہ کس چیز سے نمکین کیا جائے گا؟ پھر وہ کسی کام کا نہیں سوا،اس کے کہ باہر پھینکا جائے اور آدمیوں کے پاؤں کے نیچے روندا جائے۔تم دنیا کے نور ہو۔جو شہر پہاڑ پر بسا ہے۔وہ چھپ نہیں سکتا اور چراغ جلا کر پیمانہ کے نیچے نہیں بلکہ چراغ دان پر رکھتے ہیں تو اس سے گھر کے سب لوگوں کو روشنی پہنچتی ہے۔اسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے تمجید کریں۔"(۶)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

دنیا میں روشنی پھیلانے اور تاریکی کو دور کرنے کے لیے نیک اعمال کرنے کے احکامات جاری کیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ سزا اور جزا کے تصورات بھی ساتھ جوڑ دیئے گئے۔

اسلام میں اخلاقیات کا منبع قرآن حکیم کو ہی تسلیم کیا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مظفر حسین ملک لکھتے ہیں کہ:

"ہر اخلاقی قدر کا مقصد صرف فرد کی ذاتی خواہشات کی تسکین نہیں بلکہ اس کا اجتماعی اور معاشرتی پہلو بھی موجود ہوتا ہے۔"(۷)

اسلام نے انسان کی عملی اور تہذیبی زندگی کی نشوونما کے لیے اصول و قوانین وضع کیے اور سزا اور جزا کا تصور اس میں بھی موجود ہے مثلاً

"جنت ان کے لیے ہے جو اچھے اخلاق سے برائی کو دفع کرتے ہیں۔"(۸)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کامل الایمان وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔"(۹)

اسلام نے فطری قوی اور طبعی حالتوں کی تربیت کے لیے اصول وضع کر دیئے ہیں تاکہ ان کی تربیت کے بعد ایک بہتر انسان کا وجود اور مثبت معاشرے کی تشکیل ممکن ہو سکے۔ مثلاً

"اسلام نے بتایا ہے کہ انسان کی طبعی حالتیں جن کا سرچشمہ نفس امارہ ہے انسان کی اخلاقی حالتوں سے کچھ الگ چیز نہیں بلکہ وہی حالات ہیں جو تربیت سے اخلاقی حالت کا رنگ پکڑ لیتے ہیں۔"(۱۰)

اسلامی اخلاقیات کا نظام فرد کی اخلاقی تربیت کرتا ہے، گویا فرد اور معاشرے کا تعلق بھی مثبت پیمانے پر استوار کرتا ہے اور نیکی اور خیر کو پھیلانے کی سعی کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم اخلاقیات کو مذہب کے دائرے میں مقید کر کے نہیں رکھ سکتے، کیونکہ ہر شخص مذہب کے اصولوں پر کاربند نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ ضروری نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کا پیروکار بھی ہو۔ اس لیے بعض علما کے مطابق اخلاقیات انسان کی فطرت میں موجود ہوتی ہے خواہ وہ کسی بھی مذہب یا معاشرے سے تعلق رکھتا ہو، اس لیے "اخلاقیات" کائنات میں اندر روزِ اول سے موجود ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں کہ:

"ایک ہی نوع کی اشیا میں ایک قدر مشترک ہوتی ہے جو اس نوع کا وصف خاص ہے۔ مثلاً تمام کرسیوں میں کرسی پن اور تمام بلیوں میں بلی پن اپنی نوع کا ایک مشترک وصف ہے۔ افلاطون نے اس وصف ہی کو اہمیت دی ہے۔ کائنات بھی ایک نوع ہے اور اس کا وصف خیر ہے جو کائنات کی Appearance کے عقب میں ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ افلاطون نے اچھائی یا خیر کو تمام نیک اعمال کی منزل تو قرار دیا ہے مگر اچھائی یا خیر کو نشان زدہ کرنے کی کوشش نہ کی۔

یہ کام ارسطو نے کیا جب اس نے "مسرت" کو سب سے بڑی اچھائی یا خیر قرار دیا۔ مراد یہ کہ ہر وہ عمل جس سے مسرت کی تحصیل ہو، اچھا ہے۔ گویا ارسطو نے نیکی کو مقصود بالذات قرار نہیں دیا بلکہ اسے حصول مسرت کا ایک ذریعہ متصور کیا۔"(۱۱)

اخلاقیات کا وصف انسان کے اندر موجود ہوتا ہے۔ علم اخلاق کا مقصد اس کی تربیت ہے تاکہ دنیا میں امن و امان کو برقرار رکھا جا سکتا ہے اور وحشی قبائل اور غیر متمدن معاشروں کو ایسی تہذیب کے دائرے میں لایا جا سکے جو انسان کی خوشی کا باعث بن سکے۔ چنانچہ "نشاط فلسفہ" میں درج ہے کہ:

"اگر ایسا اخلاق مرتب کیا جائے جو مذہبی عقائد سے مستثنیٰ ہو تو یہ مذہبی عقائد آتے جاتے رہیں لیکن وہ اخلاقی رشتے نہ ٹوٹنے پائیں جو مختلف افراد کو ایک پرامن دنیا کے شہری بناتے ہیں۔ مثلاً اگر نیکی کا مطلب ذہانت اور دانش ہو اور اگر انسانوں کو ان کے صحیح مفاد سے آگاہ کیا جائے اور انہیں اپنے اعمال کے دور رس نتائج کو دیکھنے اور اپنی منتشر آرزوؤں کو ایک مربوط

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

نظام میں ڈھالنے کی تعلیم دی جائے تو شاید اس طرح ایک مذہب انسان کو وہ اخلاق میسر آ جائے جو کہ جہلا کے لیے محض الہاتی پابندیاں اور حکومت کے احکام ہیں۔"(۱۲)

ادب اور اخلاقیات کا ربط انسان اور معاشرے سے ایسا ہی ہے جیسے روح کا رشتہ جسم سے۔ اشفاق احمد ادب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

"لیکن ادب اس سچائی کی تلاش کا نام ہے جو ظاہر سے پرے باطن کی کھوج بھی ہے یا موجود سے الگ ناموجود کی جستجو بھی ہے۔ ادب نہ تو خالی اطلاع اور نہ ہی محض وجدان، نہ صرف انفارمیشن اور نہ تمام انسپریشن۔ یہ احساسات اور فہم کے ایک ساتھ یا قدم بہ قدم چلنے کا نام ہے جس طرح فرمایا گیا ہے کہ ملا دیئے گئے میں جو دو سمندر جو باہم ملتے ہیں اور ان دونوں میں پردہ ہے کہ وہ حد سے تجاوز نہیں کر سکتے، گویا جہاں حد سے کسی قسم کا بھی تجاوز ہوتا ہے وہاں "خیر" ختم ہو جاتی ہے اور "غیر" اس کی جگہ لے لیتا ہے یعنی جب ادب غیر کے قبضے میں چلا جاتا ہے تو صرف اطلاع فراہم کرنے لگتا ہے اور اپنے عہد کو اپنے معاشرے کو (Information Oriented Society) بنا دیتا ہے۔"(۱۳)

اخلاقیات کا کام انسان کے لیے بہتر معاشرے کا تصور وضع کرنا ہے اور انسان کی شخصیت کی تعمیر صحیح سمت میں کرنے کے لیے بنیادیں فراہم کرنا ہے اور اسی طرح ادب بھی انسان کے باطنی احساسات اور جذبات کی تہذیب کرتا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا کے مطابق:

"ادب بنیادی طور پر ایک اخلاقی فعل ہے اور ادیب اخلاقیات کا ایک بہت بڑا نمائندہ۔ وہ یوں کہ جب ادیب تخلیق کاری میں مبتلا ہوتا ہے تو جذبے کو مشتعل کرنے کے بجائے اس کی تہذیب کر دیتا ہے۔"(۱۴)

ادب کی بنیادی خصوصیات یہ ہے کہ یہ انسان کے اندرونی احساس اور جذبے کو اسلوب کے سپرد کرتا ہے۔ ادب کائنات کو اور اس میں بکھرے تلخ و شیریں ذائقوں کو حسن بخشتا ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں کہ:

"روح خلاقی (Creative Spirit) سے احسن الخالقین اپنے بندوں میں سے ان میں القا کرتا ہے جنہیں وہ خالق و حسن کار بنانا چاہتا ہے، جسے فنکار، اہل قلم، ادیب، مصنف اور فنان وغیرہ متعدد ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ روح خلاقی سے تخلیقی جذبہ و داعیہ اور فنی قابلیت و استعداد پیدا ہوتی ہے اور یہ تخلیقی فضیلت کے عوامل اور محرکات میں سے ہے۔"(۱۵)

ادب کی تعریف آزاد کوثری کے مطابق:

"ادب کے لیے انگریزی کا لفظ لٹریچر ہے اور یہ لفظ لاطینی لفظ (Littera) سے آیا ہے جس کے معنی ہیں حروف تہجی کا ایک حرف اور اس لحاظ سے لٹریچر سے ایک معنی یہ بھی لیے گئے ہیں کہ انسانیت کے پاس جو کچھ بھی لکھا ہوا موجود ہے، وہ سب کچھ لٹریچر میں شامل ہے۔ ادب کی حدود متعین کرتے ہوئے اسے تخلیقی ادب تک محدود کر دینا بہتر ہو گا۔ یہ بحث محض اس لیے کی گئی ہے کہ لفظ لٹریچر کے اصل معانی شائع شدہ الفاظ تک پھیلے ہوئے ہیں۔"(۱۶)

ادب زندگی کا عکاس ہے اور اس کے ہر انگ کو سلیقے سے پیش کرنے کا ادب نام ہے مثلاً حفظ الرحمن سیوہاروی اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ:

"اس لحاظ سے ادب فن کی شاخ وہ ہے جس میں خیالات تحریری صورت میں حسن ادا کے ساتھ بیان کئے گئے ہوں۔ گویا ادب دو چیزوں سے وجود میں آتا ہے۔ ایک مواد یعنی موضوع۔ دوسرے ہیئت یعنی بیان کی ظاہری صورت۔ اس طرح مواد اور ہیئت کے خوبصورت ملاپ کا نام ادب ہے۔"(۱۷)

ادب کا مقصد آدمی کو انسان بنانا اور انسان کی اپنی کیمسٹری اس کو روشناس کروانا ہے۔ تلقین یا نصیحت کرنا ہرگز نہیں ہے۔ بقول آزاد کوثری:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"ادب کی یہ تعریف کہ وہ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا عکاس ہے جس میں جذبات کی اپیل ایک لازم جزو ہے خود اپنے لیے وظیفے اور فریضے متعین کر لیتی ہے اور ہر عظیم ادیب اور فنکار یہ سب کچھ نہ جانتے ہوئے بھی ادب کے تقاضوں کو سمجھتا ہے۔"(۱۸)

ادب کسی ایک رویے، قوم، سرحد یا زمانے تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ادب ہر زمانے میں ہر قسم کے رویے کا عکاس ہوتا ہے "بیسویں صدی کا ادبی طرزِ احساس" میں درج ہے کہ:

"ادب کسی ایک زمانے تک محدود نہیں رہتا۔ نہ ہی وقت کی قید میں رہتا ہے بلکہ زمانوں کے اثرات لیے یہ زمانوں تک اثر انداز ہوتا رہتا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق:

"ادب کوئی جامد چیز نہیں بلکہ اس پر بھی ثبات ایک تغیر لو ہے والی بات صادق آتی ہے۔"(۲۰)

ادب کائنات میں زندگی کا مظہر ہے اور معاشرے میں روشنی پھیلانے کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ جس طرح اخلاقیات کا کام "اچھے" اور "برے"، "خیر" اور "شر" کے اوصاف کو سامنے لانا اور ان میں تمیز پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے اسی طرح ادب معاشرے میں ہونے والی تمام تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ یکسانی رویوں کی تصویریں بھی کھینچتا ہے۔ اس میں تاریخ کے اثرات بھی بیان کرتا ہے اور موجود صورت حال کا بیان بھی ہے اور آنے والے کل کا پتا بھی دیتا ہے اور اسی سے سچا ادب وجود میں آتا ہے۔ بقول سارتر:

"یہ ہے سچا اور خالص ادب، داخلیت جو ایک طرح کی خارجیت کے جلو میں آئے، تقریر ایک ایسے عجیب انداز سے مرتب کی کہ اس پر خاموشی کا شبہ ہو۔ خیال جو اپنے آپ پر حیران ہو، عقل جو جنون کا لبادہ ہو، ابد جو یوں معلوم ہو کہ تاریخ کا ایک لمحہ ہے۔ تاریخ کا لمحہ جو اپنی راہوں سے انسان کو ابد کی طرف موڑ دے۔"(۲۱)

ادب سے ہرگز مراد یہ نہیں ہے کہ یہ پند و نصائح کے مغلوبے کا نام ہے، اس میں تلقین و ہدایت سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ کہنا ادب کے ساتھ زیادتی ہے بلکہ ادب کا کام صرف زندگی کے حقائق کو سامنے لا کر فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتا ہے۔ سلیم احمد "ادب اور اخلاقیات" پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"ادب کا کام یہ نہیں ہے کہ بیان کرتا پھرے کہ جی ہاں سچ بولنا بڑی اچھی چیز ہے، بلکہ یہ اصول زندگی میں کس طرح بروئے کار آیا ہے۔ کن چیزوں سے ٹکرا کر بروئے کار آرہا ہے، ان کو بیان کرنا ادب کا کام ہے۔"(۲۲)

ادب بقائے کے لیے انسانی معاشرے کی ترقی کا خواہاں ہوتا ہے اور انسان کے وجود کو مقصدیت کی طرف لے جا کر جاتا ہے، چنانچہ ادب کے بغیر انسان کی بقا اور نشوونما کا تصور ناممکن نظر آتا ہے۔ بقول رام لعل:

"ایک جدید ادب کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے عہد کی صحیح عکاسی کرے۔ اس کے ارد گرد جو انتشار ہے۔ سامنے جو اندھیرا ہے اس کے اسباب اور کرداروں پر پڑنے والے نفسیاتی عمل کی نشاندہی کرے۔ اس کا معاشرہ اگر بے حسی اور لاتعلقی میں مبتلا ہے اور اسے بے حسی اور لاتعلقی (Detatchment) کو وہ ایک فکری اور فنی شاہکار بنا کر پیش بھی کرے۔"(۲۳)

ادب کا کام انسان کو اس کے اجتماعی مسائل سے نجات دلا کر اسے اشرف المخلوقات کے اعلیٰ منصب پر فائز کروانا ہے تاکہ انسان اپنی قدر و قیمت سے آگاہ ہو کر کائنات کو تسخیر کر سکے۔ بقول سجاد حارث:

"بہر کیف تخلیقی فن خواہ کسی نوعیت یا جہت کا ہو، فکر و شعور کی سطح ضرور رکھتا ہے اور اس مخصوص فکر و شعور کے اظہار سے اس فن کی مقصدیت کا با آسانی تعین کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔ اور انسانی معاشرے اور معاشرتی اقدار کی ترقی کا خواہاں ہوتا ہے۔ یہ بنی نوع انسان کے لیے اپنی کمٹمنٹ کا برملا اظہار کرتا ہے۔"(۲۴)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ادب اور ادیب یہی چاہتے ہیں کہ وہ انسانی فلاح کے لیے اس کمٹمنٹ کو خوش اسلوبی اور سنجیدگی سے پورا کریں یعنی ادیب کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنے ارد گرد کے ماحول کے بارے میں تاریخ کے پس منظر اور مستقبل کے آئینہ میں دیکھتے ہوئے ایسی تخلیق کو سامنے لے کر آئے کہ معاشرے میں سماجی اور اخلاقی شعور پیدا ہو سکے "ادیب کی ذمہ داری" میں سارتر کہتے ہیں کہ:

> "خیر ادیب"، "چاہے یا نہ چاہے" وہ بہر صورت ایسا شخصیت ہوتا ہے جو نوع انسانی کے ملھم رشتوں کو محبت اور نفرت کے نام بخشتا ہے جو سماجی تعلقات کو ظلم اور رفاقت کے نام عطا کرتا ہے۔"(۲۵)

ادب کی خاموشی بھی بامعنی ہوتی ہے، اس میں بھی کئی معانی نہاں ہوتے ہیں وہ فرد کی آزادی سے ہمکلام ہوتا ہے، وہ جب بات کرتا ہے واس کا مقصد بھی تبدیلی پیدا کرنا ہوتا ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کا مقصد بھی تبدیلی ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر تخلیق کے اندر اس کے معنی چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ مشتاق فخر لکھتے ہیں کہ:

> "ہر بامعنی تخلیق (یعنی بامقصد ادب پارہ) کی اپنی اخلاقیات ہوتی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس کا تعلق زمان و مکان کے کن دوائر سے ہے۔ لیکن اخلاقیات کے نقطہ نگاہ سے ایک بامعنی اور بامقصد تخلیق کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے سماجی آدمی یا اس کے حوالے سے کائنات کی سچائیوں کے بارے میں اظہار خیال کرے پھر اخلاقی نقطہ نگاہ سے بامقصد مثبت نتائج بر آمد کرنے کے لیے مثبت رویہ اختیار کرتا ہے۔"(۲۶)

تخلیق کار زندگی کے ہر نازک جذبے اور مشکل احساس کو تہذیب کرتا ہے۔ عمدہ الفاظ کا چناؤ کر کے بیان کرتا ہے۔ ہر وہ چھپا ہوا احساس اور پیچیدہ خیال جس کو بیان کرنا اور سمجھانا عام آدمی کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ ایک ادیب اس قدر نفاست سے بیان کرتا ہے کہ منفی باتوں کا بیان مثبت انداز میں اثر کرنے لگتا ہے۔ ڈاکٹر احسن فاروقی کہتے ہیں کہ:

> "عریاں نگاری اخلاقی نقطہ نظر سے بھی ضروری ہو جاتی ہے اول تو نفسیات کے ماہروں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بد اخلاقی بلکہ مجرمانہ ذہنیت کی خاص وجہ جبلتوں کو دبانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اسے آزادی سے ادا کر دیا جائے ادب اس سلسلے میں بڑا کام کرتا ہے۔"(۲۷)

موجودہ دور میں معاشرتی تبدیلیوں نے انسان کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے وہ صحیح اور غلط کی پہچان کھوتا جا رہا ہے۔ مذہب اس کے لیے پند و نصائح کے کٹھن راستے کے سوا کچھ حیثیت نہیں رکھتا ہے اور وہ اس سے جان چھڑانا چاہتا ہے۔ حقوق و فرائض کی باتیں اسے بوجھ محسوس ہوتی ہیں۔ غیر اقوام کی ترقی یافتہ تہذیب کی چکاچوند اس کی نظروں کو خیرہ کئے ہوئے ہیں۔ ایسے میں "ادب" ہی یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے کہ مایوس، شگفتہ حال انسان کو خوشحالی اور خوش آئند مستقبل کی نوید دے سکے۔ جان ڈیوی کے مطابق:

> "اس میں کوئی شخص نہیں کہ ان دنوں معاشرتی حالات اس قدر الجھے ہوئے ہیں اور اس قدر جلدی جلدی بدل رہے ہیں کہ ان کا اثر انسان کی توجہ کو صواب اور فرض سے ہٹا دیتا ہے۔ آج کل ایسا قطب نما دریافت کرنا بہت مشکل ہے، جو روش کے لیے راہ نمائی مہیا کرے۔ اس لیے آج کل سچے فکر پر مبنی اور فکر انگیز خیالات کی ضرورت پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ ورنہ یا تو ہم لوگ اخلاقی لحاظ سے شتر بے مہار ہو جائیں گے اور یا ہم پر ایسے رسمی ضابطے ٹھونس دیئے جائیں گے جو محض رواج اور روایات کے باعث ہم پر پورا اقابو پا چکے ہیں۔"(۲۸)

ادب ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے انسان اور کائنات کے اصل کو جانچا اور سمجھا جا سکتا ہے۔ باطن کی حقیقتوں کو ظاہر کا روپ دیا جا سکتا ہے اور دل کی گہرائیوں میں دبے احساسات کی ترجمانی کی جا سکتی ہے۔ ادب سے ہی انسان کی حیوانیت کو انسانیت میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ کیونکہ تخلیقیت ہی اخلاقیات کو انسان میں ضم کر کے فرد اور معاشرے کا رشتہ استوار کر سکتی ہے۔ اس سلسلے میں "تخلیقی فکر" میں ارنسٹ ڈمنٹ لکھتے ہیں کہ:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"تخلیق کی جڑیں خواہ فکری، فنکارانہ عمل یا کسی اور قسم کی ہوں بے شک بنیادی طور پر ایک خیال (Idea) ہے اور پھر یہ خیال آہستہ آہستہ نمو پاتا ہے اور پھر بہالے جانے والا مقصد مل جاتا ہے پھر اس کے بعد کوئی مدافعت اس کے خلاف مؤثر نہیں رہتی۔"(۲۹)

ادب انسان کے جذبوں کی تہذیب کر کے صحت مند معاشرے کی تشکیل کرتا ہے اور ادیب جذبوں کو مہذب انداز میں بیان کرتا ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں کہ:

"ادب کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہر وہ ادب پارہ جو جذبات کو مشتعل کرے جمالیاتی تسکین کا موجب نہیں ہوتا۔ جمالیاتی تسکین تو جذبے کی تہذیب سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ فحاشی کی حامل تحریریں اسی لیے ادب کے دائرے سے خارج ہیں کہ وہ جمالیاتی تسکین کے بجائے تسکین مہیا کرتی ہیں۔ واضح رہے کہ میں نے جذبے کی تہذیب، کہا ہے جذبے کی فی یا اخراج نہیں کہا کیونکہ ایسی صورت میں ادب تخلیق ہو ہی نہیں سکتا۔"(۳۰)

ہر لکھا ہوا لفظ ادب کے زمرے میں نہیں آتا اور ہر وہ شخص جو چند حروف صفحہ کی قرطاس پر بکھیرے دے ادیب نہیں کہلاتا۔ کیونکہ معاشرے کی سوچ میں تبدیلی لانا اور مثبت تبدیلی ہی ادیب کی ذمہ داری ہے۔ ادیب انسان کو بنیادی اخلاقی اقدار سے آگاہ کرواتا ہے اور وہ طریقہ بتاتا ہے جس سے ان اقوام کو اپنایا جا سکتا ہے۔ یہ انسان کی جدوجہد پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ اپنے نصب العین تعین کرے اور مقاصد کے حصول کے لیے غور و فکر سے اعلیٰ اقدار کو اپناتا ہے۔ جاوید قاضی کے مطابق:

"جہاں تک اقدار کی ماہیت کا تعلق ہے، اخلاقی علم صرف پسند یا ناپسند کا اظہار نہیں ہوتا۔ جب ہم اخلاقی مسائل پر دلائل دیتے ہیں تو ہم دوسروں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس پسند، ناپسند کا جواز موجود ہے۔"((۳۱

گویا ادیب اخلاقی احکام کو صادر نہیں کرتا بلکہ اسباب اور وجوہات بیان کرتا ہے جن کی بنا پر ہم اچھے اور برے سے دوچار ہوتے ہیں اور پھر اخلاقی اور غیر اخلاقی اقدار کے اثرات بیان کرتا ہے تاکہ انسان کے اندر خیر اور شر کی پہچان پیدا ہو سکے اور ان کے اثرات اور نتائج سے بھی باخبر ہو سکے۔

ادیب کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے ارد گرد کے ماحول کے بارے اپنے خیالات کا اظہار کرے، موجودات کی بات کرے، اپنے شعور ار سمجھ بوجھ کے مطابق معاشرتی اور سماجی صورت حال پر اظہار خیال کرے کیونکہ ادیب ہی وہ شخص ہے جو انسانوں کے بکھرے ہوئے ہجوم کو ایک اکائی میں باندھ سکتا ہے کیونکہ ادیب جب بولتا ہے تو تبدیلی ضرور رونما ہوتی ہے لیکن اخلاقیات کی طرح ادب کا کام بھی راہ دکھانا ہے۔ اس لیے ادیب کا کہہ دینا ہی کافی ہوتا ہے۔ بقول سارتر:

"یہ قطعی ممکن ہے کہ کوئی اس کی بات پر کان نہ دھرے۔ ہمیں جس چیز سے بچنا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری ذمہ داری جرم کی شکل اختیار نہ کر لے تاکہ یہ نہ ہو کہ پچاس سال بعد ہمارے متعلق یہ کہا جائے کہ،

"انہوں نے دنیا کے سب سے بڑے سانحے کو ٹوٹتے دیکھا اور منہ میں گھگھنیاں ڈالے بیٹھے رہے۔'(۳۲)'

ادب اخلاقیات کی نمائندگی کرتا ہے۔ انسان کے دبے اور چھپے ہوئے احساسات سے لے کر منہ زور اور بے قابو جذبات کی تہذیب کرتا ہے تاکہ ایک صحت مند معاشرے کا قیام ممکن ہو سکے۔ ادب ہی انسان کو انسان کے قریب لانے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

😃

ادب، اخلاقیات کی طرح خیر اور شر کے تضادات، معاشرے کے سامنے لے کر آتا ہے۔ نیکی اور بھلائی کے اثرات بیان کرتا ہے تاکہ عام انسان بھی زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ ہو کر جینا سیکھ سکے اور خدا کی نعمتوں کے بارے میں جان کر شکر گزار دل کا اہل ہو سکے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

انسانی زندگی کی بقااور ارتقاہی ادب کا خاصہ ہے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں کہ:

"اصل چیز انسانی زندگی ہے جس کے دو واضح رخ ہیں۔ایک رخ مزاجاً اجتماعی ہے اور دوسرا مزاجاً انفرادی۔جب اجتماعی رخ مسلط ہوتا ہے تو انفرادی رخ کے نقوش مدھم پڑ جاتے ہیں اور جب انفرادی رخ اپنی قوت کا اظہار کرتا ہے تو اجتماعی رخ میں دراڑیں آنے لگتی ہیں۔"((۳۳

فرد اور معاشرے کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔کسی بھی فرد کے کردار اور شخصیت کی تعمیر میں معاشرہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔اسی طرح فرد بھی مختلف صورتوں میں معاشرے پر اثرانداز ہوتا ہے۔بقول ڈاکٹر وزیر آغا:

"ہر فرد کی ذات کے دو پہلو ہوتے ہیں، ایک وہ جو سوسائٹی کی اقدار سے ہم آہنگ رہتا اور فرد کو ایک مثالی نمونے کی صورت سوسائٹی سے وابستہ رکھتا ہے۔دوسرا وہ جو سوسائٹی کی اقدار سے بغاوت کرتا ہے اور فرد کو ایک کردار کے روپ میں پیش کرتا ہے۔"(۳۴)

فرد اور معاشرے کے تعلق کو مثبت بنیادوں پر مضبوط بنانے کے لیے ادب اور اخلاقیات بھرپور طریقے سے کارفرما نظر آتے ہیں۔ایک سچا ادیب فرد اور معاشرے میں ربط قائم کرنے کے لیے تخلیقی عمل سے گزرتا ہے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر فوزیہ اسلم لکھتی ہیں کہ:

"ادب معاشرے کے خواب کی تعبیر ہوتا ہے،خواب کتنا ہی بھیانک کیوں نہ ہو،خواب دیکھنے والا اس کی تعبیر خوشگوار چاہتا ہے۔اجتماعی فکر کے حامی اپنے ادب میں صرف خواب ہی دہراتے ہیں اس کی تعبیر بھی تلاشتے ہیں۔بعض اوقات یہ صداقتیں اتنی تلخ ہوتی ہیں کہ لوگ خود ان کو دیکھنے کا حوصلہ بھی نہیں رکھتے۔تاہم اچھا ادیب سچ بتاتا ہے اسے صلے کی پروا کب ہوتی ہے۔"(۳۵)

ادب ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے ہم زندگی کے پیچیدہ مسائل کا بیان کرکے ان کا حل پیش کرسکتے ہیں کیونکہ ادب ہی انسان کی تمام ضرورتوں،مسائل اور ان سے چھٹکارے کا باعث بن سکتا ہے۔انسان کے ہر پیچیدہ جذبے اور گنجلک خیال کو ادب سہل انداز میں نفیس اور دلپذیر طریقے سے بیان کرنے میں مدد دیتا ہے۔جس سے انسان دوستی کی فضا قائم ہوتی ہے اور معاشرے میں محبت کی فضا پنپتی ہے۔ادب معاشرتی یکجہتی کی بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ادب انسان کی غلاظتوں،نفرتوں اور حقیر جذبوں کو ریشم اور کتان کے کشن میں بند کرکے قارئین کے سامنے پیش کر دیتا ہے یوں کہ قارئین اس غلاظت کو ہاتھ میں تھام کر،اس سے نرمی برت کر،اس بات کا مشاہدہ کرسکیں کہ غلاظت، قابل نفرین اور حقیر شے کا کیسے نفاست اور سلیقے سے تزکیہ کیا جاسکتا ہے اور ایک سچا ادیب اس میں مستحکم کردار ادا کرتا ہے۔

****

حوالہ جات

۱۔خواجہ غلام صادق،پروفیسر"اخلاقیات"مشمولہ"فلسفہ جدید کے خدوخال"لاہور،نگارشات،۱۹۸۶،ص۱۶۱

۲۔محمد حفظ الرحمن سیوہاروی،مولانا"اخلاق اور فلسفہ اخلاق"،لاہور،خالد مقبول پبلشرز،مارچ۱۹۷۶،ص۷

۳۔ابصار احمد،ڈاکٹر،"فلسفہ اخلاق کیا ہے"مشمولہ"فلسفہ اخلاق چند مغربی مفکرین کے نظریات"لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۸۹،ص۲۱

۴۔وزیر آغا،ڈاکٹر"ڈاکٹر وزیر آغا کے تنقیدی مضامین"مرتبہ:سید سجاد نقوی،لاہور،مکتبہ عالیہ،۱۹۹۵،ص۲۳۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

۵۔امولیہ رنچن مہاپتر "فلسفہ مذاہب" مترجم: یاسر جواد، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۸، ص ۱۸۸

۶۔ متی کی انجیل، ب ۵، آیت ۱۶۔۱۳

۷۔ مظفر حسن ملک، ڈاکٹر، "تعلیمی عمرانیات" اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰، ص ۲۳۵۔۲۳۴

۸۔ پ ۱۳، سورۃ رعد
۲۲

۹۔ بحوالہ عالم فقری، علامہ، "اسلامی اخلاق" لاہور، ادارہ پیغام القرآن، سن ندارد، ص ۱

۱۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب، جلد دوم، ۱۹۶۲، ص ۱۸۸

۱۱۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، "ڈاکٹر وزیر آغا کے تنقیدی مضامین" مرتبہ: سید سجاد نقوی، لاہور مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۵، ص ۲۲۱۔۲۲۲

۱۲۔ ول ٹیورنیٹ، "نشاط فلسفہ" مترجم: محمد اجمل، لاہور، مکتبہ خاور، چوک مینار، جون ۱۹۶۶، ص ۱۴۸

۱۳۔ اشفاق احمد "ٹی وی ماہنامہ۔۔۔ جنوری ۸۵" مشمولہ "عرض مصنف" لاہور، سنگ میل پبلشرز، ۲۰۰۶، ص ۳۹۰

۱۴۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، "ڈاکٹر وزیر آغا کے تنقیدی مضامین" مرتبہ: سید سجاد نقوی، لاہور مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۵، ص ۲۳۱

۱۵۔ نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر "فلسفہ حسن" لاہور، مجلس ترقی ادب، جنوری ۱۹۸۴، ص ۲۱

۱۶۔ آزاد کوثری، "نئے افسانے کی سماجی بنیادیں" لاہور، الخیر پرنٹرز، جون ۱۹۹۱، ص ۱۰

۱۷۔ افتخار شیخ "آئینہ کیوں نہ دوں" مشمولہ "پاکستانی ادب کا منظر نامہ" از حفیظ الرحمن خان، لاہور، حاجی پرنٹرز، ۲۰۰۶، ص ۱۶۳

۱۸۔ آزاد کوثری، "نئے افسانے کی سماجی بنیادیں" لاہور، الخیر پرنٹرز، جون ۱۹۹۱، ص ۱۲

۱۹۔ عارف ثاقب "بیسویں صدی کا ادبی طرز احساس" لاہور، اظہار سنز پرنٹرز، ۱۹۹۹، ص ۶۲

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

۲۰۔ سلیم اختر،ڈاکٹر ”افسانہ۔ حقیقت سے ملامت تک“ لاہور، اظہار سنز پرنٹرز، ۲۰۱۰، ص۷۹

۲۱۔ ژال پال سارتر، ”ادب کیا ہے“ مترجم: لئیق بابری بشمولہ ادب، فلسفہ اور وجودیت ژال پال کی نظر میں، مرتبین شیما مجید، نعیم حسن، لاہور، نگارشات، ۱۹۹۲، ص۷۹

۲۲۔ بحوالہ ”ادبی مذاکرے“ مرتبہ شیما مجید، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹، ص ۲۱۰

۲۳۔ رام لعل، ”اردو ہندی کہانی کے مشترکہ رجحانات اور مسائل“ مشمولہ: اردو افسانے کی نئی تخلیقی فضا، نئی دہلی، نریندر ناتھ سوز، ۱۹۸۵، ص ۶۱۰

۲۴۔ سجاد حارث، ”جدیدیت: ریڈیکل جدیدیت“ مشمولہ: ادب اور حدیث، لاہور شرکت پرنٹنگ پریس، ۱۹۸۸، ص ۲۵

۲۵۔ ژال پال سارتر، ”ادیب کی ذمہ داری“ مترجم: انتظار حسین، مشمولہ: ”ادب، فلسفہ اور وجودیت۔ ژال پال سارتر کی نظر میں“، لاہور، نگارشات، ۱۹۹۲، ص ۹۱

۲۶۔ مشتاق قمر، ”اخلاقی نظریہ تنقید“ مشمولہ: سرسیدین: ”پاکستانی ادب“ راولپنڈی، فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج، ۱۹۸۲، ص ا

۲۷۔ احسن فاروقی، ڈاکٹر ”ادب اور عریانی“ مطبوعہ ”اطلاع افکار، کراچی، ادب و جنس نمبر“ دسمبر ۱۹۷۵، ص ۲۷

۲۸۔ جان ڈیوی، ”صواب، فرض اور وفا شعاری“ مشمولہ: اخلاقی زندگی کا نظریہ، ترجمہ: میاں عبدالرشید، ۱۹۶۴، ص ۱۸۲۔۱۸۳

۲۹۔ ارنسٹ ڈمنٹ، ”تخلیقی فکر“ مشمولہ: تخلیقی رویے، مترجم: شہزاد احمد، بار اول، مارچ ۱۹۸۶، ص ۱۸۹

۳۰۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ”ڈاکٹر وزیر آغا کے تنقیدی مضامین“ مرتبہ: سید سجاد نقوی، لاہور مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۵، ص ۲۳۲

۔ :۳۱جاوید قاضی ”پاکستان میں فلسفیانہ رجحانات“ لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳، ص ۳۶

:۳۲ژال پال سارتر، ”ادیب کی ذمہ داری“ مترجم: انتظار حسین، مشمولہ: ”ادب، فلسفہ اور وجودیت۔ ژال پال سارتر کی نظر میں“، لاہور، نگارشات، ۱۹۹۲، ص ۱۱۲

:۳۳وزیر آغا، ڈاکٹر، ”تخلیقی عمل“ سرگودھا، مکتبہ اردو زبان، اکتوبر، ۱۹۷۰، ص ۲۴
۳۴۔ وزیر آغا، ڈاکٹر ”اردو شاعری کا مزاج“ لاہور، مکتبہ عالیہ، ایبک روڈ، ۱۹۷۸، ص ۳۱۔۳۲

۳۵۔ فوزیہ اسلم، ڈاکٹر ”اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات“ اسلام آباد، پورب اکادمی، ۲۰۱۰، ص ۲۰۶